مولانا عبدالقیوم حقانی

کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا

مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے عامۃ المسلمین کے تاثرات و مشاہدات اور شہادات کی روشنی میں محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کی

سیرت و کردار کی چند جھلکیاں

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق ؒ کو اللہ تعالیٰ نے علمی کمالات، بلند درجات، سیاسی عظمتوں اور دینی رفعتوں کے ساتھ ساتھ جامعیت اور محبوبیت بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ جس طرح اپنے حلقۂ تلامذہ میں محبوب و مطاع تھے اسی طرح ارباب علم و کمال، علماء اور مشائخ میں بھی آپ کو قدر و منزلت حاصل تھی، سیاست دانوں میں آپ کا مقام ممتاز تھا، جدید تعلیم یافتہ طبقہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھا، ارباب حکومت بھی آپ کے گرویدہ تھے، عامۃ المسلمین میں آپ کی عظمت اور شانِ محبوبیت کا انداز ہی نرالا تھا اس موضوع پر مستقل مضامین اور سلسلۂ واقعات کو ضبط میں لایا جائے تو اس کے لیے بھی دفتر بے پایاں چاہیئے مگر اوراق کی محدودیت اور وقت کی قلت کے پیشِ نظر ذیل میں اکابر علماء، مشائخ، مجاہدین، عامۃ المسلمین، جدید تعلیمیافتہ اور بعض دانشوروں کے مشاہدات و تاثرات اور وہ شہادتیں نقل کی جا رہی ہیں جو انہوں نے خود شیخ الحدیث مولانا عبد الحق ؒ کی ذات میں مشاہدہ کی ہیں اور پھر کسی مکتوب کے ذریعہ یا احباب کی کسی محفل میں یا احقر سے بیان کی ہیں، جسے احقر اسی وقت لکھ لیا کرتا تھا۔ اب یہ شگفتہ مختلف الجہات یادیں نذرِ قارئین ہیں ——— (عبدالقیوم حقانی) ———

دارالعلوم حقانیہ دیکھنے سے دارالعلوم دیوبند یاد آتا ہے

بعد البسملہ والحمد والصلوٰۃ کون ہے جو دنیا میں سدا رہا ہو اور کون ہے جسے یہاں سے جانا نہیں مگر اللہ کے کچھ مخصوص بندے ایسے ہوا کرتے ہیں جن کی زندگی کے نقوش گہرے اور انمٹ ہوتے ہیں ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کے نقوش اثرات سے ان کی زندگی سامنے رہتی ہے ؎

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریده عالم دوام

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت اس قدر جامع، مکمل، ہمہ گیر اور عمدہ صفات کی حامل تھی کہ اس کے تمام اطراف کا استیعاب تو کجا اس کے بعض پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالنا کسی ایک شخص کے بس کا کام نہیں۔ آپ کی ذات مبارک مکمل ایک قرن تھی جس کا ایک سرا اگر آج ہمارے سامنے سے گذرا ہے تو دوسرا سرا وہ ہے جو حضرت شیخ الحدیث مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ جیسے اکابر کے سامنے ابھرا تھا۔ بارہا جامعہ اسلامیہ راولپنڈی اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں آپ کی زیارت ہوئی، علمی تبحر عملی کیفیت تطابق سنت کے علاوہ آپ کی طبیعت میں سادگی تھی۔ پہننے، اوڑھنے، کھانے پینے، رہنے سہنے میں کوئی تکلف نہ تھا۔ پہلی بار آپ سے ملنے والا شخص آپ کی سادگی، تواضع و انکساری دیکھ کر دنگ رہ جاتا۔ آپ کا ذاتی مکان کچا تھا جس سے مٹی گرتی رہتی تھی جسے روکنے کے لیے چھت پر کاغذات لگائے ہوتے تھے۔ ہر ایک کی ملاقات دروازہ کھلا رہتا، امیر غریب کا اس میں امتیاز نہیں۔ سیدھی سادی گفتگو، خلوص، خیر خواہی میں ڈوبے ہوئے کلماتِ نصیحت، ہر آنے جانے والے سے خندہ پیشانی اور عاجزی سے پیش آنا، دوسرے کی بات کو ہمدردی سے سننا، یہ وہ اوصاف تھے جو ہر ملنے والے کے دل پر اثر انداز ہوتے تھے۔ دورِ حاضرہ میں اسلامی آئین کے اجراء کے لیے انتہائی جدوجہد فرمائی۔ شوگر اور بینائی وغیرہ کی تکلیف میں مبتلا رہتے تھے، اس حالت میں بھی درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اسمبلی میں بارہا نفاذِ شریعت کے لیے آواز اٹھائی بلکہ اسلام آباد میں اربابِ حکومت کے سامنے ہزاروں اکابر علماء کی معیت میں نفاذِ شریعت کا مطالبہ فرمایا۔ یوں تو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیشمار باقیات الصالحات اور صدقاتِ جاریہ دنیا میں موجود ہیں جن کا فیض قیامت تک انشاء اللہ جاری رہیگا مگر ان میں نمایاں طور پر آپ کے صاحبزادگان کا علمی و عملی مقام میں ایک خاص رتبہ ہے اور دوسرا چشمۂ طاہرہ کتاب و سنت اور علوم شریعتِ مطہرہ کی عظیم الشان درسگاہ دارالعلوم حقانیہ ہے اور سوم حقائق السنن شرح جامع السنن للامام الترمذی ہے جسے آپ کے ہونہار تلمیذِ رشید مولانا عبدالقیوم حقانی نے آپ کی زندگی میں مرتب کرنا شروع کر دیا تھا جس کی پہلی جلد منظرِ عام پر آچکی ہے اور باقی پر کام جاری ہے، اسی طرح دعواتِ حق بھی ہے، دارالعلوم حقانیہ دیکھنے سے دارالعلوم دیوبند یاد آجاتا ہے۔

(مولانا عبدالخالق صاحب خطیب جامع مسجد کوہ نور ملز راولپنڈی)

مجھے دارالعلوم سے پھول توڑنے کی اجازت نہیں

دارالعلوم کے فاضل و مدرس حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب راوی ہیں کہ زمانۂ طالبعلمی میں میرا ایک ساتھی تھا وہ بھی دارالعلوم میں پڑھتا تھا، اُس نے ایک روز اتفاق سے دارالعلوم کی کیاریوں میں لگے ہوئے پھولوں سے ایک پھول توڑلیا، بعد میں سوچا کہ میں نے دارالعلوم کا پھول توڑا ہے حالانکہ پھول توڑنے کے لیے نہیں بلکہ دارالعلوم کے حسن وجمال اور رونق و بہار کے لیے لگائے گئے ہیں اور اگر مجھے توڑنا ہی تھا تو اس کی مجھے کسی سے اجازت لینی چاہیئے تھی۔ چنانچہ اس نے دل میں اپنے آپ سے کہا اب جاؤ اور حضرت مہتمم صاحب سے اس کی اجازت لو۔ چنانچہ وہ طالب علم دفترِ اہتمام میں آیا اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے پھول توڑنے کے بعد اجازت اور جُرم کی معافی چاہی۔ تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے بڑی شفقت و محبت اور حد درجہ نرم لہجہ میں فرمایا "عزیزم! اس پھول کا مالک میں نہیں ہوں، خدا سے اجازت بھی مانگو اور معافی بھی! جب خود مجھے پھول توڑنے کی اجازت نہیں ہے تو دُوسرے کو کس طرح اجازت دے سکتا ہوں"۔

دارالعلوم کی بجلی سے کپڑے استری کرنے کی اجازت نہیں

احقر عبدالقیوم حقانی کو یہ بات آج ہی کے چشم دید واقعہ کی طرح یاد ہے کہ جب اُستاذِ محترم شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب دیروی مدظلہ نے محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے دارالعلوم ہی کی بجلی سے اپنے گھر میں کپڑے استری کرنے کی اجازت لینی چاہی جبکہ بعض اساتذہ اور طلبہ استری کر لیا کرتے تھے مگر دفترِ اہتمام کی جانب سے اس کی باقاعدہ اور باضابطہ اجازت نہ تھی خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے بھی اس سلسلہ میں دارالعلوم کی انتظامی کمیٹی اور شوریٰ کی مجاز کونسل سے بات نہیں کی تھی اس لئے مولانا دیروی مدظلہ کے بار بار سوال اور اصرار پر حضرت الشیخؒ یہی کچھ ارشاد فرماتے رہے کہ "بجلی کی اجازت مطالعہ کتب، کمرہ میں روشنی اور تعلیمی و مطالعاتی کام میں سہولت کے لیے ہے اس سے زیادہ کا مجھے علم نہیں"۔ حضرتؒ نے صراحتاً انکار بھی نہ فرمایا کہ انداز سخت نہ ہو اور درجۂ علیا کی کتب کے ایک استاذ اور اپنے وقت کے عظیم شیخ کی کبیدہ خاطری نہ ہونے پائے اور اجازت بھی نہ دی کہ اجازت کی باضابطہ کاروائی نہیں ہوئی تھی ۔۔۔ خود حضرت دیروی مدظلہ نے بعد میں ارشاد فرمایا کہ حضرت الشیخ کا کتنا پیارا اور معصومانہ انداز ہے ۔۔۔ اس کے بعد حضرت دیروی کا معمول یہ رہا کہ اپنے اور اپنے خاندان کے کپڑے گھر میں دارالعلوم کی بجلی استعمال کرنے کے بجائے بستی میں اپنے دوستوں کے ہاں بھجیدیا کرتے تھے اور وہیں سے استری ہو کر آیا کرتے تھے۔

معروف گلؒ کے بیٹے نے نئی باتیں بیان کی ہیں

جناب اجمل خان خٹک راوی ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جب دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر اکوڑہ خٹک آئے اور ایک جنازہ میں تقریر کی، میرے والد صاحب بھی اس جنازہ میں شریک تھے، وہ جب گھر آئے تو بڑے متاثر تھے اور کہنے لگے کہ تقریریں تو جنازہ پر ہمیشہ ہوتی ہیں مگر معروف گلؒ کے بیٹے (مولانا عبدالحقؒ) نے تو بالکل نئی باتیں بیان کی ہیں جو ہم نے پہلے کبھی نہیں سُنی تھیں اور لوگ ان سے بڑے متاثر ہیں۔ دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا عبدالحقؒ کو قرآن و حدیث کے علوم پر عبور حاصل تھا وہ افسانوں اور قصے کہانیوں کے بجائے اصلی قرآن کا پیغام لوگوں کے سامنے رکھتے تھے۔

میں ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے درسِ قرآن میں باقاعدہ شریک رہا، مولانا مرحوم ربطِ آیات کے ساتھ ساتھ آیت کے مضمون کو اس قدر دلنشین، علمی مگر نصیحت آموز رنگ میں بیان کرتے کہ اس سے درس کے تمام شرکا بہرہ ور ہوتے تھے۔ جدید تعلیمیافتہ طبقہ، دینی مدارس کے طلباء اور عامۃ الناس تینوں طبقات کے لوگ یہی کہتے کہ یہ درس ہمارے لیے ہوا ہے۔

(محمد اجمل خٹک، اکوڑہ خٹک)

مطالعہ کے وقت کانوں میں روئی رکھ لیا کرتے تھے

حضرت مولانا حافظ محمد سیار الدین صاحب فاضل حقانیہ راوی ہیں کہ احقر نے دارالعلوم دیوبند میں ہدایہ حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی تھی، عصر کے وقت میں باب الظاہر جایا کرتا تھا عصر کے بعد حضرتؒ کا ہدایہ کا درس ہوا کرتا تھا۔ میرا زیادہ قریبی تعلق دارالعلوم دیوبند میں مولانا عبدالحق نافعؒ سے تھا جو کہ خود بھی خاموش رہتے تھے اور ان کے کمرے میں سکوت ہوا کرتا تھا۔ مگر حضرت شیخ الحدیثؒ کے کمرہ میں طلبہ کا ہجوم اور شور و غوغا ہوتا مگر اس کے باوجود حضرت شیخ الحدیثؒ برابر مطالعہ کرتے رہتے اور جب آپ کے کمرہ میں شور زیادہ ہو جاتا تو آپ کانوں میں روئی رکھ لیا کرتے تھے مگر غایت شرم و حیا کی وجہ سے کسی کو یہ نہ کہتے کہ شور نہ کرو، اس سے حضرتؒ کی غرض یہ ہوتی کہ میری وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، طلبہ اپنی ظرافت میں لگے ہوتے ہیں صبر و حلم اور خندہ روئی میں آپ کے مقابل اُس وقت دارالعلوم دیوبند میں کوئی دوسری نظیر نہیں تھی۔

اکوڑہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہاں پہلی حاضری میں مسجد جھتہ کو یاد کر رہا تھا

یہاں آکر جب تقسیم کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند سے رہ گئے تو اکثر طلبہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے مشورہ سے مولانا عبدالرحمٰن کے پاس چلے گئے اور جو نہیں جاسکے ان میں مولانا لطف الرحمٰن، مولانا نور محمد، مولانا عبدالجمیل اور ان کے ساتھ علاقہ کے دوسرے طلبہ نے مسجد چھتہ کی طرح اور دارالعلوم دیوبند کی ابتدائی تشکل پر بغیر وسائل کے صرف اور صرف یہاں توکلاً علی اللہ موقوف علیہ دورہ حدیث شروع کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے بعد اکوڑہ میں پہلی بار کی حاضری اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی تواضع و خدمت کا نقش تاہنوز ذہن پر موجود ہے۔ ۱۲ ½ دوپہر کا وقت تھا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے آواز دی، بغل میں جوار کی روٹی تھی، کھدڑی کا دسترخوان اور ایک قدیم سلوری جام تھا، دال کا بھرپور شوربا۔ حضرت شیخؒ کی قمیض اُس وقت کاندھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ میں روٹی بھی کھا رہا تھا اور مسجد چھتہ کو بھی یاد کر رہا تھا

مسجد کی دیوار پر مولانا عبدالجلیل صاحب نے کوئلہ سے " دارالعلوم حقانیہ" لکھ دیا تو ہم مسکرائے کہ بھائی یہ کیا خواب دیکھ رہے ہو؟ مگر دل ہی دل میں خدا سے دعا مانگتے الٰہ العالمین! چھوٹی سی مسجد کی اس درسگاہ کو واقعۃً بھی دارالعلوم بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طالب علمانہ تمنائیں پوری کر دیں اور آج دارالعلوم حقانیہ پاکستان کا دارالعلوم دیوبند بن گیا ہے۔

ہم قلعہ بالاحصار نہیں علوم نبوت کا مدرسہ بنانا چاہتے ہیں

حضرت مولانا نصراللہ جان صاحب ترکستانی بتاتے ہیں کہ دارالعلوم کے ابتداء اور آغاز میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ نے اراکین دارالعلوم کا اجلاس بلایا اور دارالعلوم کی تعمیر و ترقی اور استحکام و تعلیمی نظام کے بارے میں مشاورت ہوتی رہی۔ اراکین اپنی اپنی سمجھ اور فہم و ادراک کے مطابق رائے دیتے رہے۔ کسی نے پتھروں کی بنیاد کی بات کی، کسی نے عمدہ سیمنٹ کا مسئلہ اٹھایا، کسی نے اینٹوں کی انواع کا ذکر کیا، بعض نے اونچی دیواروں اور مضبوط عمارت کی بات کی۔ مشورہ جاری تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ پتے درس میں مصروف تھے، جب مجلس مشاورت میں تشریف لائے تو اراکین نے اپنی اپنی آراء کا اظہار کیا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ نے فرمایا: "محترم بزرگو! ہم قرآن و حدیث کے علوم کا مدرسہ اور طالبان علوم نبوت کی درسگاہ و تربیت گاہ بنانا چاہتے ہیں مغل بادشاہوں کے قلعے یا پشاور کا قلعہ بالاحصار بنانا مقصد نہیں اصل چیز معنویت ہے عمارت مقصود نہیں۔ قلعہ بالاحصار لاریب مضبوط اور محکم عمارت ہے مگر اس میں معنویت نہیں ہے۔ اینٹ جیسی بھی لگے، تعمیر جیسے بھی ہو، مکانات جیسے اور جتنے بھی ہوں اصل چیز تعلیم، درس و تدریس اور تربیت ہے، دیوار ڈیڑھ اینٹ کی ہو، پکی اینٹ کی ہو یا کچی کی، عمارات پختہ ہوں یا کچی، ہمیں بہر حال معنویت یعنی تعلیم پر توجہ دینی ہوگی۔"

تعمیر حسب ضرورت اور تعلیم پر بھرپور توجہ دیں

مولانا نصراللہ جان ترکستانی ہی راوی ہیں کہ دارالعلوم حقانیہ کے ایک فاضل حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا حضرت! اپنے علاقہ میں ایک مدرسہ کے قیام کا اہتمام کر رہا ہوں، تاسیس اس کی ہو چکی ہے، اس میں اس قدر کمرے بنائے جا رہے ہیں، ایک عظیم جامع مسجد کی منصوبہ بندی کی ہے، مطبخ، ہاسٹل اور دارالاقاموں وغیرہ کی یہ یہ صورت ہوگی، اساتذہ کے کوارٹریوں بنیں گے، دعا کے لیے حاضر خدمت ہوا ہوں، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا:۔

"عزیز! جب اللہ نے اس قدر مہربانیاں کی ہیں تو تعمیر کے ساتھ ساتھ اوّلین مطمح نظر حسب گنجائش تعلیم پر بھی توجہ دیدیں کہ اس سے معنویت، حقیقت اور واقعیت پیدا ہوتی ہے، رقم کا زیادہ سے زیادہ حصہ تعلیم اور طلبہ کی تربیت پر صرف کرو تعمیری کام ثانوی حیثیت سے حسب ضرورت جاری رہے۔"

دوستوں کے ساتھ آئے ہیں دوستوں ہی کے ساتھ واپس جائیں گے

جناب الحاج محمود صاحب صراف راولپنڈی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم حقانیہ راوی ہیں کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ غالباً ١٩٦٨ء میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے ساتھ یہ فقیر گاڑی میں رائے ونڈ مدرسہ کے امتحان کے سلسلے میں راولپنڈی سے روانہ ہوا، شام کو چار بجے کے قریب راولپنڈی سے بذریعہ موٹر روانہ ہوئے اور رات کو چار بجے نیلا گنبد جامعہ اشرفیہ لاہور پہنچے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ راستہ میں کئی جگہ موٹر خراب ہوئی اور سیلاب کی وجہ سے وزیرآباد میں پل ٹوٹا ہوا تھا۔ دوسرے دن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے گیا، وہاں سے رائیونڈ طلباء کے امتحان سے حضرت والا فارغ ہو کر جب واپس ہوئے تو میں نے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا حضرت! آتے ہوئے راستہ میں آپ کو بہت تکلیف اور پریشانی ہوئی لہٰذا واپسی کے لیے ہوائی جہاز کی ٹکٹ لیتا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا: "دوستوں کے ساتھ آئے ہیں دوستوں ہی کے ساتھ واپس جائیں گے"۔

یک جان دو قالب

جناب الحاج محمود صاحب نے دوسرا واقعہ بیان فرمایا کہ غالباً ١٩٦٩ء میں ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی نے مجھ سے فرمایا کہ مولانا عبدالشکور ؒ شیخ الحدیث تعلیم القرآن بیمار ہیں اُن کو یہاں اپنے گھر لے کر آؤ میں اُن کی عیادت آپ کے گھر کروں گا، میں نے علی الصبح اکوڑہ خٹک جا کر حضرت مولانا عبدالحق ؒ اور مولانا سمیع الحق صاحب کو لیا اور بہوڑی جا کر مولانا عبدالشکور کو لے کر واپس اپنے گھر آیا۔ یہاں پر ان سب بزرگوں کی ملاقات اور بات چیت کا منظر دیدنی تھا جس سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی خوش ہوئے۔ اس موقع پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے ساتھ جس شفقت، اعتماد، احترام اور محبت کا معاملہ فرمایا یوں محسوس ہوتا تھا کہ دونوں حضرات یک جان دو قالب ہیں۔

اپنے وقت کے ولی اللہ

جناب ڈاکٹر سید داؤد گیلانی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب تجارت کے پیشے سے منسلک تھے اور جہاں کہیں بھی کسی بزرگ، ولی اللہ، درویش قسم کے آدمی کے بارے میں سنتے کہ فلاں جگہ کوئی درویش، بزرگ، ولی اللہ موجود ہیں تو والد صاحب اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے اُن سے دعا کی درخواست کرتے۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین صاحب غورغشتی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ایک شخص نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مرحوم کی شخصیت کے بارے میں سوال کیا تو حضرت غورغشتی مرحوم نے فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ وقت کے سب سے بڑے ولی اللہ اور بزرگ ترین شخصیت ہیں مجھے اُن کے بارے میں صرف اتنی معلومات ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں ایک حاضری کی روئیداد

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی کے مفتی و مدرس حضرت العلامہ مولانا عبداللطیف صاحب رقمطراز ہیں کہ:۔

دارالعلوم حقانیہ (جس کے چرچے سے گنبدِ عالم گونج رہا ہے اور جس کی شہرت اکنافِ عالم تک پہنچ چکی ہے) اس کے کوائف وحالات، اس کی تعلیمی خصوصیات وامتیازات اس کے بانی ومہتمم کی خوش خلقی ومہمان نوازی کے حقائق وواقعات بارہا سماعت میں آئے اور کانوں سے ٹکرائے اور ہر بار اس کے ملاحظہ ومعائنہ کے عواطف وجذبات بڑی شدت سے قلب کی گہرائیوں میں موجزن ہوئے مگر باوجود شدتِ اشتیاق کے یہ تمنا عالمِ شہود میں جلوہ گر نہ ہو سکی، میری اس آرزو کی چنگاری موانع وعوارض کے بوجھ تلے دبے رہنے کے باوجود سلگتی رہی، عوائق کی آندھیاں اور عوارض کے جھکڑ اسے بجھانے تو کیا اس کی تپش وسوزش میں معمولی سی تخفیف بھی نہ پیدا کر سکے۔ تاآنکہ مؤرخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، میری قدیمی تمنا اور پرانی آرزو پوری ہوئی۔ احقر جب دارالعلوم حقانیہ کی باوقار، بلند وبالا عمارت میں صبح کے سہانے وقت داخل ہوا تو یوں محسوس ہوا کہ بندہ دارالعلوم دیوبند کی عمارت میں کھڑا ہے ـــــ ادارہ ھٰذا کے اساتذۂ کرام کو سادہ مزاجی، خوش خلقی، عجز وانکساری اور طلبہ کے ساتھ شفقت ومحبت میں دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کا اور طلبہ کو محنت وقابلیت اور اساتذہ کے ادب واحترام میں دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا مثیل پایا۔ اس توافق وتناسب کو دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی، یہ سب حضرت العلام مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث ادارہ ہٰذا کی محنت وہمت، کوشش وکاوش، عرق ریزی وجفاکشی، مستقل مزاجی وتندہی، فطانت وفراست، تدبر ومتانت کا نتیجہ ہے، اس کی عمارات مولاناؒ کے خلوص پر استوار ہیں اور اس کی تعلیمی ترقیات حضرتؒ کی کوشش وکاوش کی رہینِ منت ہیں۔

دارالعلوم میں مختصر قیام کے مسرت آگیں لمحات میرے بہترین سرمایۂ حیات ہیں مزید خوشی اس سے ہوئی کہ دارالعلوم دیوبند کے دورۂ حدیث شریف کے ہم سبق رفقاء کی ملاقات نصیب ہوئی، جس سے احاطۂ دارالعلوم دیوبند میں بیتے ہوئے مبارک ومقدس ایام کی بہت سی خوشگوار یادیں جو نسیان وذہول کے دبیز پردوں تلے محجوب تھیں اچانک سطحِ ذہن پر ہویدا ہوئیں اور دارالعلوم دیوبند کے در ودیوار کے نقوش اور اساتذۂ کرام کی بے مثال شفقتیں بڑی شدت سے یاد آئیں۔ بالخصوص استادِ محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ملاقات مسرت آیات نے دارالعلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام کی پدرانہ شفقت ومربیانہ محبت کے انمٹ نقوش اور لازوال اثرات سے طوالتِ مدت کے غبار کو ہٹا دیا۔

جنابِ والا نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کے متعلق گذارش ہے کہ احقر ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوا، اس سال حضرتِ اقدس کے پاس دورہ حدیث کے اسباق میں سے بعد از نمازِ عصر طحاوی شریف کا سبق ہوتا تھا۔ چونکہ یہ سبق مدرسہ کے تدریسی اوقات کے علاوہ خارجی وقت میں ہوتا تھا اور وہ بھی عصر کے بعد، جبکہ طلباء سارا دن اسباق پڑھ کر تعب محسوس کرتے تھے، اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ طلباء کی حاضری بہت قلیل ہوتی جیسا کہ دوسرے خارجی اوقات کے اسباق میں معمول تھا مگر آپ کے اس سبق میں طلباء نہایت ذوق وشوق سے اوقاتِ مدرسہ والی کتب کی طرح شریک ہوتے تھے۔ میرے نزدیک اس کے وجوہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) آپ کا اندازِ بیان بڑا دلکش ودلآویز تھا، الفاظ نہایت شستہ وشگفتہ ہوتے آپ کا بیان بڑا مسلسل ومرتبط ومنضبط اور مدلل ومفصل ہوتا تھا۔

(۲) نیز جب کوئی طالب علم کوئی سوال کرتا خواہ وہ سوال کتنا ہی مہمل ہوتا اُسے نہایت تحمل وبردباری سے سماعت فرماتے، بعدازاں اسے خود سنوارتے، اس کی نوک پلک درست کرتے، معقول انداز میں اسے پیش فرماتے جس سے سوال کنندہ بہت خوش ہوتا کہ میں نے کیسا بہترین سوال کیا ہے۔

(۳) بعدازاں اس کا نہایت مسکت ومدلل اور شافی وکافی جواب مرحمت فرماتے جس سے سائل وسامع کے تمام شکوک وشبہات بالکلیہ زائل ہو جاتے اور آئندہ کے لیے سوال کرنے میں وہ کوئی حجاب اور جھجک محسوس نہ کرتا۔

درسِ طحاوی

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب بالاکوٹی سرائے عالمگیر تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۴۵ء میں جب میں دورۂ حدیث میں تھا تو حضرتؒ کے ہاں طحاوی شریف تھی، تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اسباق کے علاوہ باقی مدرسین کے اسباق میں طلباء حاضری کم دیتے تھے اور حضرتؒ کے سبق میں تمام طلباء حاضر ہوتے تھے، نیز میں نے فقہ میں بہت محنت کی تھی اور کتابیں یاد بھی تھیں، تو کسی کے سبق سے تسلی نہیں ہوا کرتی تھی اور حضرتؒ کے ہاں ہدایہ شروع تھا تو میں شوق سے جب فرصت ہوتی تو شریک ہوا کرتا تھا اور بہت ہی نایاب چیزیں ملا کرتی تھیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چقندر کو پسند فرمایا کرتے تھے تو مجھے پورے طریقہ سے ذہن میں نہ آیا تو میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضرت! چقندر کو ہماری پنجابی میں کیا کہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ سرخ گولون۔

ایک ہی جوڑا کافی ہے

چونکہ میں حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ سے چار سال تک پڑھتا رہا تھا، تو وہ لباس میں شاہانہ طریق رکھتے تھے۔ جب میں دیوبند دورۂ حدیث شریف میں شامل ہوا تو مجھے یہ شوق ہوا کرتا تھا کہ میں اپنے بزرگوں کے کپڑے دھویا کروں، خصوصاً حضرت مولانا فخرالدین صاحب مدظلہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ صاحب کے، لیکن حضرتؒ کے ساتھ پشاور کے ساتھی بہت محبت کیا کرتے تھے تو مجھے موقع نہیں دیا کرتے تھے اور میں دارِ جدید میں حضرتؒ کے قریب ہی ایک کمرہ میں رہا کرتا تھا۔ ایک روز موقعہ ملا تو میں بھاگا بھاگا حضرتؒ کی خدمت میں آیا، حضرت بیٹھے ہوئے مطالعہ فرما رہے تھے، میں نے عرض کیا حضرت کپڑے عنایت کریں، پہلے تو فرمایا کہ کیوں تکلیف کرتے ہو؟ آخر میں حضرتؒ کو راضی کر لیا، آپ اٹھے اور پہنے ہوئے کپڑے اتارنے لگے اور ایک موٹا سا کمبل تہبند باندھا اور ایک جبہ پہنا اور کپڑے مجھے دے دیئے تو میں حیران ہوا، دل میں خیال آیا کہ یہ کیا ماجرا ہے، کیا حضرت کے دوسرے کپڑے نہیں کہ پہن لیتے؟ تو میں نے جرأت کی اور عرض کیا حضرت! آپ دوسرا

جوڑا پہن لیں، تو فرمایا کہ دُوسرا جوڑا بنانے کی کیا ضرورت ہے ایک ہی کافی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے درسِ طحاوی کی شان نرالی تھی

حضرت استاذی وملاذی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم (رحمۃ اللہ علیہ) سے ناچیز نے دارالعلوم دیوبند میں طحاوی شریف پڑھی ہے یہ ۱۹۴۲ء کا زمانہ تھا، میرے ساتھیوں میں ۲۵۰ یا کچھ کم وبیش طلباء تھے۔ اُس زمانے کے طلباء آجکل اساتذۂ حدیث ہیں صرف یہ ناکارہ ہی نالائق ہے۔ میرے رفقاء میں مولانا محمد نعیم دیوبندی حال اُستاذ دارالعلوم دیوبند قابلِ ذکر ہیں، مولانا بشیر احمد صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا نصیر احمد بھی ہمارے ساتھی اور حضرت شیخ الحدیث کے شاگرد ہیں، موصوف بھی آج کل دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہیں۔ دیگر ساتھیوں میں مولانا عبداللہ جھنگوی (جھنگ پنجاب) مولانا عبدالقادر گجراتی، مولانا حافظ اختر الحق پھلیتی (ہندوستان) بھی یاد ہیں۔ مولانا محمد تقی اور مولانا محمد ذکی نورجوی کے نام بھی یاد ہیں، یہ دونوں حقیقی بھائی تھے، دارالعلوم دیوبند کے دفترِ نظامت سے ریکارڈ طلب کیا جا سکتا ہے۔

طحاوی شریف جس شان سے حضرت استاذیؒ نے پڑھائی ایسی طحاوی عرصے سے کسی نے نہیں پڑھائی تھی صرف بخاری اور ترمذی پر زور ہوتا تھا لیکن حضرتؒ نے پہلے ہی سبق میں ثابت کر دیا کہ حنفی محدث کی کتاب کا حنفی اُستاذ پر یہ حق ہے۔ مَیں نے حضرت کی تقریر بھی لکھی تھی اور مولانا محمد نعیم صاحب جو آجکل دارالعلوم دیوبند میں استاذ ہیں انہوں نے بھی تقریر طحاوی قلمبند کی تھی لیکن افسوس ہے کہ میں ہجرت کے وقت ساتھ نہ لا سکا اور بعد میں وہ ضائع ہو گئی۔ حضرتؒ کی تقریر اردو میں نہایت شُستہ اور سلیس ہوتی تھی، اسی لئے اکابر نے حضرت کے اسمِ گرامی کے ساتھ انفع کا تخلص لگا دیا تھا چونکہ کاکا خیل کے حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع گل رحؒ بھی اساتذہ میں شامل تھے۔ مولانا نافع گل صاحبؒ کی زندگی کا کافی حصہ دیوبند میں گذرا ہے لیکن موصوف اردو زبان میں تقریر کرنے اور طلباء کو پوری طرح نہیں سمجھا سکتے ہیں، ناچیز موصوف کا بھی ادنیٰ شاگرد ہے خدانخواستہ اس تحریر کسی قسم کی تنقیص کرنا مقصود نہیں، آپ کے علم وفضل کا سب ہی اعتراف کرتے ہیں لیکن حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث انفع کو ہندوستانی، پنجابی، بنگالی و سرحدی تمام طلبہ میں مقبولیت حاصل ہوئی وہ آپ ہی کا حصہ ہے غالباً اس میں آپ کے علم وفضل کے ساتھ آپ کے اخلاقِ کریمانہ کا بھی دخل ہے۔

رانیس احمد صدیقی ۲۴ رمضان ۱۳۹۱ھ

حدیث اور حضرت شیخؒ کی دقتِ نظر

حضرت مولانا صاحبزادہ امین الحق گستوئی ژوب پستان، جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے شاگرد رشید ہیں فرماتے ہیں کہ حضرتؒ نے حقائق السنن میں جن علوم و معارف کا اظہار کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہیں اور بعض مقامات پر ایسے مسائل بھی بیان کیے ہیں جو دقتِ نظر اور گہرے علمی فہم اور رسوخ پر دلالت کرتے ہیں ——— مثلاً عوام نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ لحیہ کثہ کا خوب خلال کیا جانا چاہیئے اور لحیہ غیر کثہ کو نہ تو کوئی اہمیت دی جاتی ہے اور نہ ہی عوام اس کے خلال کو ضروری سمجھتے ہیں۔

مگر حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ "اگر لحیہ غیر کثہ ہے یعنی بال گھنے نہ ہوں اور چہرے کی جلد مواجہت کے وقت نظر آتی ہو تو داڑھی کا خلال فرض ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں نیچے نظر آنے والی کھال "ما یتواجہ بہ" کا مصداق ہے لہٰذا تخلیل کی صورت میں اس تک پانی کی رسائی فرض ہے"۔

(حقائق السنن جلد ۱ صفحہ ۲۱۶)

بعض ثقہ حضرات راوی ہیں کہ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دارالعلوم حقانیہ میں تشریف فرما تھے تو دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کے رُکن اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے رفیقِ خاص الحاج محمد یوسف صاحب نے عرض کیا حضرت! "دارالعلوم حقانیہ آپ حضرات کی توجہات اور دعاؤں کے صدقے اپنے عمل و کردار میں آگے بڑھ رہا ہے گویا دارالعلوم دیوبند کی بیٹی ہے، حضرت حکیم الاسلامؒ نے ارشاد فرمایا بیٹی نہیں بیٹا ہے"۔

دارالعلوم کے امور میں حزم و احتیاط اور قابلِ رشک زہد و تقویٰ کی ایک مثال

احقر عبدالقیوم حقانی عرض گذار ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم دیروی مدفیوضہم اپنی اقامت گاہ (دارالمدرسین) میں دارالعلوم کی فراہم کردہ بجلی سے کپڑے اِستری نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے کسی عزیز کے گھر بستی میں جاکر استری کرتے تھے۔ مَیں نے عرض کیا حضرت! دوسرے سب حضرات دارالعلوم کی بجلی اِستری کے لیے بلکہ ہیٹر تک استعمال کرتے ہیں مگر آپ اس قدر احتیاط کرتے ہیں جو موجبِ کلفت بھی ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب منتظمین دارالعلوم کی طرف سے اجازت نہیں ہے تو میں کس طرح بجلی بیجا صرف کر سکتا ہوں"۔ آخر ایک دن میں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حضرت شیخ التفسیر کی موجودگی میں عرض کیا کہ حضرت! ہمارے شیخ التفسیر کپڑے اِستری کرنے کے لیے دارالعلوم کی بجلی خرچ نہیں کرتے اور بستی میں کسی کے گھر میں کپڑے استری کرتے ہیں حالانکہ دُوسرے حضرات دارالعلوم کی بجلی سے نہ صرف اِستری چلاتے ہیں بلکہ وہ تو ہیٹر بھی جلاتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا: "بہت اچھا کرتے ہیں"، مَیں نے پھر عرض کیا حضرت! اگر دوسرے حضرات بھی اس اصول کی پابندی کریں تب تو شیخ التفسیر صاحب پر بھی لازم ہے لیکن جب دوسرے حضرات پابندی نہیں کرتے تو اِنہیں بھی اجازت مرحمت فرما دیں تاکہ یہ تکلیف سے بچ جائیں، لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ نے آخر تک اجازت نہ دی کیونکہ وہ دارالعلوم کی کسی اجازت اور منتظمین کی اجازت کے بغیر استعمال کو روا نہ سمجھتے تھے۔

عظیم دینی راہنما

۹ ستمبر ۱۹۷۷ء کو ائیر مارشل اصغر خان صدر تحریکِ استقلال نے بستی میں ایک انتخابی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ اتنے عظیم دینی راہنما کے سامنے تقریر کر رہا ہوں، یہ اس علاقہ کی بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ اتنے بڑے مولانا آپ کی

نمائندگی کر رہے ہیں، دین میں یہ علماء ہماری راہنمائی کریں گے، اور جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر مولویوں کی حکومت آگئی تو کیا کیا ہوگا؟ تو یہ غلط ہے، کچھ نہیں ہوگا۔ میں مولانا صاحب کے سامنے کہتا ہوں کہ اسلام میں قدیم اور جدید دونوں قسم کے مسائل کا حل موجود ہے اور مولانا صاحب تو بہت پہلے سے کامیاب ہیں۔

سابق رکن قومی اسمبلی سالم خان خلیل کی شہادت

۹ رستمبر ۱۹۸۸ء کو سابق رکن قومی اسمبلی جناب سالم خان خلیل (پشاور) نمازِ عشاء کے وقت جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور نماز کے بعد طلبۂ دارالعلوم سے تین منٹ کے مختصر خطاب میں کہا کہ ــــ "شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحؒ کے ساتھ ہم اسمبلی میں اکٹھے رہا کرتے تھے ہم نے انہیں بہت قریب سے بولتے دیکھا، ملک کی تحریکات اور اسمبلی میں انہیں مختلف عنوانات سے کام اور گفتگو کرتے دیکھا، مرحوم وزراء اور ارباب اقتدار سے جب بھی مخاطب ہوتے تو ان کی مساعی اور تقاریر و خطاب کا اولین ہدف نظامِ شریعت بلکہ نفاذِ شریعت کی فوری ضرورت اور مطالبہ ہوا کرتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ممبرانِ اسمبلی اول حصولِ دولت، حصولِ دُنیا، ذاتی مفادات اور پھر علاقائی کاموں کو ترجیح دیتے تھے مُلکی اور ملّی سطح کے مسائل کی حیثیت ثانوی سے بھی آگے کی تھی مگر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ فرمایا کرتے کہ تمام دُنیوی امور اور عام انسانی جائز منافع کا حصول بھی نفاذِ شریعت میں ہے۔ انہوں نے کہا میں نے آپ حضرات کا قیمتی وقت لیا، چونکہ میں نے حضرتؒ کو بہت قریب سے دیکھا ہے اس لیے آپ حضرات کے سامنے میں مولانا مرحوم کے خالص دینی مساعی نفاذِ شریعت پر شہادت دینے کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرماوے اور ہم سب کو مرحوم کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ــــ"

مولانا مفتی محمودؒ کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ میرا سہارا تھے

حضرت مولانا مطیع الرحمٰن صاحب درخواستی تعزیت کے لیے تشریف لائے تو انہوں نے بتایا کہ ۷ ستمبر کی شام کو امیرِ مرکزیہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم کو جب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے سانحۂ ارتحال کی خبر دی گئی تو بے حد رنجیدہ اور پریشان ہوئے، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور ان کے کمالات، دینی خدمات اور عظمت کا بیان شروع کیا، حضرت درخواستی دامت برکاتہم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، الحاح اور دعاء پر توجہ تھی۔ ارشاد فرمایا کہ میرے سارے رفیق جا رہے ہیں، مولانا مفتی محمودؒ کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ میرے لیے بہت بڑا سہارا تھے، اب میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ پھر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کا عزمِ مصمم کر لیا مگر ڈاکٹروں نے کسی بھی صورت میں جانے کی اجازت نہیں دی اور سفر سے منع کر دیا، پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کے لیے مسلسل ایصالِ ثواب اور دعا کا اہتمام جاری رکھا۔

فنا فی العلم

کامرہ (ضلع اٹک) کے ایک مولانا صاحب (جن کا اس وقت نام یاد نہیں آرہا) دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے شاگرد ہیں، مشکوٰۃ شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی ہے، سات سال تک دارالعلوم میں کسبِ فیض کیا ہے، فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ وہ فنا فی العلم تھے، میں نے مولانا مرحوم کو ہمیشہ درسگاہ اور اپنے کمرہ میں آتے جاتے دیکھنے کے علاوہ دوسری کسی بھی جگہ نہیں دیکھا۔ البتہ شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا عبدالسمیع صاحب کے ہاں وقتاً فوقتاً موجود رہتے تھے۔ اس کے علاوہ باہر کی دنیا سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔

طلباء کی تربیت اور ضروریات کی فکر

جناب حکیم محمد عمر صاحب فاضلِ حقانیہ ہوتی مردان نے بتایا کہ جب ہم دارالعلوم کے ابتدائی ایام میں یہاں پڑھتے تھے اور دارالعلوم قدیم مسجد سے حالیہ عمارت میں منتقل نہیں ہوا تھا، طلباء شہر کی مساجد میں رہا کرتے تھے تو بارہا یہ دیکھنے میں آیا کہ رات کے ایک یا دو بجے حضرت شیخ الحدیثؒ بنفسِ نفیس شہر کی اُن تمام مساجد کا چکر لگاتے جہاں جہاں طلبہ مقیم ہوتے تھے۔ طلبہ کے قیام، ان کی ضروریات و حاجات اور اخلاقی تربیت اور متعلقات کا خود جائزہ لیتے اور اس سلسلہ میں مناسب حکمتِ عملی اختیار کرتے۔

ایک پیشینگوئی جو پوری ہوئی

دارالعلوم حقانیہ کے ناظمِ دوم جناب مولانا گُل رحمٰن صاحب مدظلہ راوی ہیں کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران اکثر مجھ سے خوش طبعی میں فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم اپنے علاقے میں جائیں گے تو وہاں ایک دارالعلوم قائم کریں گے اور وہاں تجھے مطبخ کی نظامت حوالے کروں گا اور خود اہتمام کروں گا ــــ اُس وقت تو میں اسے مزاح سمجھتا تھا مگر حقیقت پھر عیاں ہوئی، چنانچہ یہی ہُوا، دارالعلوم حقانیہ پاکستان میں قائم ہُوا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجھے دارالعلوم میں مطبخ کی نظامت کی ذمہ داری سونپی جو تقریباً ۳۰ سال تک میں بخوبی انجام دیتا رہا ــــ یہ حضرت الشیخؒ کی بصیرت تھی یا رُوحانی کمال کہ مستقبل میں انجام دیئے جانے والے کام کی پیشینگوئی پہلے سے کر دی تھی۔

جہاز ہلاکت سے بچ گیا

حافظ محمد صفی اللہ معاویہ زادی ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنے سفر کی روئیداد بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہمارا جہاز فضا میں خطرناک صورتِ حال سے دوچار ہو گیا سواریاں پریشان ہوئیں مگر میں نے آپ کا ارشاد فرمایا وظیفہ سورۃ قریش کا ورد شروع کر دیا جس کی برکت سے خطرناک ترین صورتِ حال سے نجات ملی۔ بعد میں ماہرین سے پتہ چلا کہ ایسی صورتِ حال میں جب جہاز دوچار ہو جاتے ہیں تو نہیں بچا کرتے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب آپ کے ارشاد فرمایا وظیفہ کی برکت ہے۔

عصری علوم کی تحصیل اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا نقطۂ نظر

دار العلوم وانا (وزیرستان) کے نائب مہتمم، دار العلوم حقانیہ کے فاضل حضرت مولانا تاج محمد حقانی جو ایم اے عربی گولڈ میڈلسٹ ایم اے اسلامیات عربی آنرز بھی ہیں لکھتے ہیں کہ یہ ۱۹۷۶ء کی بات ہے، میں ڈیرہ اسماعیل خان میں دار العلوم نعمانیہ میں دینی سبق پڑھ رہا تھا ایک دن میری پورجیل سے والد محترم کا خط آیا کہ میں اگلے سال دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ لے لوں۔ اس سال میں نے پرائیویٹ طور پر ایف اے کا امتحان پاس کیا تھا۔ بنا بریں حسب ارشاد اگلے سال دار العلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ اس دوران میں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی ترکیب کی ضرورت اور لطف سے واقف ہو چکا تھا اس لیے میری دلی خواہش تھی کہ اس سلسلے کو بہر قیمت جاری رکھا جاتے۔ جبکہ دوسری طرف دار العلوم میں اس وقت طلبہ کی اکثریت کا رجحان اور ماحول اس کے لیے زبردست رکاوٹ تھی۔ یہاں تک کہ دار العلوم کے طلبہ میں جب ہمارے اس رجحان کا چرچا ہونے لگا تو عام طلبہ کے علاوہ بعض ذمہ دار لوگوں کی طرف سے بھی کھلے عام ہم پر ناقدانہ تبصرے ہونے لگے۔ ان حالات سے دل برداشتہ ہو کر ہم نے براہ راست حضرت مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کا جدید عصری علوم کے بارے نقطہ نظر معلوم کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک دن عصر کی نماز کے بعد میں اور میرا ہم خیال ایک دوسرا ساتھی حضرۃ شیخ الحدیث کے ساتھ بیٹھ کر آپؒ کے پاؤں دبانے لگے اور جب آپؒ گھر جانے لگے تو ہم نے اپنا مدعا بیان کیا اور آپؒ کی رائے پوچھی۔

ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب آپؒ نے سنجیدگی اور شفقت کے ملے جلے انداز میں ایک مختصر سے جملہ سے ہماری تمام تر پریشانی اور ذہنی کرب دور فرما دیا۔ آپؒ نے فرمایا۔ "بیٹا ضرور پڑھیں کیونکہ ایسا دور آنے والا ہے کہ جدید عصری علوم کے بغیر دین کی خدمت بھی نہ ہو سکے گی"۔ گویا آپؒ کا اشارہ اس طرف تھا کہ دینی طلبہ کا عصری علوم کا حصول بھی دین ہی کے لیے ہونا چاہیئے اس کے بعد ہم جب بھی آپؒ سے ملاقات کے لیے جاتے تو ضرور اس بارے میں بھی پوچھتے اور جب میں نے ایم اے عربی اور میرے ساتھی نے ایم اے اسلامیات کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا اور آپؒ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو آپؒ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ تم نے خبر "الحق" رسالے میں دی ہے ہم نے نفی میں جواب دیا تو آپؒ نے افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ تو دار العلوم کے لیے بہت فخر کی بات ہے یہ بات تو ضرور لکھی جانی چاہیئے۔ اسی وقت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ یہ خبر ضرور "الحق" میں دے دیں۔

اس سے ہماری بے حد حوصلہ افزائی ہوئی اور نہایت اطمینان کے ساتھ ہم اپنے ناقدین کے تبصروں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر لیتے۔

یہ بظاہر ایک معمولی بات ہے جو میں نے قدرے تفصیل کے ساتھ لکھی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسی ہستی کا قول ہے جو بذات خود ایک دلیل اور محبت کا مقام رکھتی ہے مستقبل میں آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی۔

اگر ہم اسلام کا روشن مستقبل چاہتے ہیں تو ہمیں اس کے لیے بہترین رجال کار پیدا کرنے ہوں گے اور بہترین رجال کار وہی بن سکتے ہیں جو مجمع البحرین ہوں۔ جو کسی بھی میدان میں جدید چیلنجوں کا مقابلہ کر سکیں۔ جن کو معاشرے پر کمانڈ حاصل ہو جو کسی بھی موضوع پر بات کر سکیں اور مخالفین اسلام کو مسکت جواب دے سکیں۔

جب روس کی فوجیں افغانستان داخل ہوئیں

دار العلوم حقانیہ کے فاضل حضرت مولانا ایاز احمد حقانی کانگڑہ ضلع چارسدہ لکھتے ہیں۔

۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کی رات کو روس نے بڑے پیمانے پر اپنی فوجیں افغانستان میں اتار دیں اور افغانستان کے غریب اور نہتے مسلمانوں پر ظلم و جبر کا بازار گرم کیا۔

دوسرے دن حضرت شیخ الحدیث نے دار العلوم میں اساتذہ و مشائخ معززین اور طلباء کو جمع فرمایا اور دار الحدیث میں روسی مظالم و بربریت کے خلاف آواز بلند کی۔ اور طلباء کو جہاد افغانستان میں تیاری کے لیے مجاہد علماء اور بزرگوں کے حالات سنائے، سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید، تحریک شاملی وغیرہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا اس کے بعد حضرت کا اوڑھنا بچھونا جہاد افغانستان بن گیا دن رات دعائیں اور نالہ نیم شبی میں جہاد افغانستان کی کامیابی کے لیے رو رو کر اور گڑگڑا کر دعائیں مانگنا حضرت کا معمول بن گیا۔ حضرت کی کوئی دعا وفات تک ایسی نہ ہوتی جس میں جہاد افغانستان کو شامل نہ کیا ہو۔

جب حضرت شیخ الحدیثؒ دار العلوم تشریف لاتے

مولانا ایاز احمد نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت روزانہ گھر سے موٹر کار میں تشریف لاتے تھے اور جب موٹر دار العلوم کے صدر دروازہ میں داخل ہوتی تو طلباء میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی تھی اور ہر طرف ہر ایک طالب العلم حضرت کی گاڑی کی طرف دوڑتا اور کوشش کرتا کہ حضرت کی خدمت کی سعادت مجھے نصیب ہو اور دفتر تک حضرت کو پہنچاؤں۔ خوش قسمت طالب علم کو یہ سعادت نصیب ہوتی تھی۔ جب حضرت دفتر اہتمام میں بیٹھتے تو دفتر بلکہ پورے دار العلوم میں رونق آجاتی تھی اور طلباء دفتر اہتمام کی کھڑکیوں سے حضرت کی زیارت باری باری کرتے تھے۔

اکابر کا شیوہ

حضرت مولانا قاری محمد عباس خان ٹانک حال مدرس دارالعلوم اسلامیہ اضاخیل بالا برادی ہیں کہ۔

احقر اور برادرم حافظ عبدالقیوم ۱۴۰۹ھ میں دورہ حدیث کے لیئے جب اپنے اساتذہ کرام (قاضیان کلاچی) کے حکم پر دارالعلوم حقانیہ حاضر ہوئے تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے بے پناہ شفقت فرمائی اور دارالعلوم میں بڑے احترام سے داخلہ اور متعلق امور پورا کرنے کی ہدایات فرمائیں۔

جس روز تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب تھی تو ہم دونوں ساتھی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے ہمراہ افغان مجاہدین کے معروف رہنما جناب حکمت یار گلبدین کی دعوت پر شمشتو کیمپ پشاور چلے گئے۔ جہاں حقانی صاحب نے جلسے سے خطاب کیا۔ واپسی ہوئی تو یہاں افتتاحی تقریب کا اختتام تھا اور صرف دعا میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور یہ بھی کوئی کم اعزاز نہ تھا مگر یہ حسرت دل میں تھی کہ حضرت شیخ الحدیث کے ارشادات اور سلسلۂ سند اور ترمذی کے درسِ اول سے محروم رہے۔ چنانچہ عصر کے وقت ہم لوگ حضرت حقانی صاحب مدظلہ کے ساتھ جب حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حقانی صاحب نے ہماری افتتاحی تقریب میں حضرت کے افادات اور ارشادات اور درس اول سے محرومی کا عرض کیا تو حضرت نے بڑی بے تکلفی کے ساتھ اسی وقت صرف ہم دو طلباء کے لیئے وہی تقریر، وہی سلسلۂ سند اور وہی ارشادات۔ جو آپ نے صبح بیان کیے تھے۔ پھر اسی انداز میں دوہرا دیئے اور چہرے پر کسی تھکاوٹ یا ناگواری کا اثر تو کجا؛ بلکہ بشاشت اور تازگی چھلکتی رہی اور میں دل ہی دل میں یہ سوچتا رہا کہ یہ شیوہ اکابر کا تھا اور سید احمد شہیدؒ کی سیرت وسوانح کا اس نوعیت کا واقعہ مشہور بھی ہے کہ ہزاروں کے جلسہ میں خطاب کے بعد جب ایک بوڑھا ہانپتا کانپتا ہوا حاضر ہوا اور تقریر سے محرومی کا اظہار کیا تو حضرت سید صاحبؒ نے کئی گھنٹوں پر مشتمل دی تقریر اس ایک بوڑھے کے لیئے پھر سے سنا دی دنیا حیران تھی جب پوچھا گیا تو سید صاحبؒ نے فرمایا جب ہزاروں کا مجمع تھا تو تقریر ایک خدا کے لیئے تھی اور جب ایک مخاطب تھا تب بھی تقریر ایک خدا کے لیئے تھی۔

دینی مدارس کے قیام کی تحریک وتبلیغ

مولانا میر عجم خان فاضل حقانیہ ومہتمم جامعۃ المحمدیہ جنوبی وزیرستان رقم طراز ہیں:۔

ہمارے ساتھی حضرت مولانا قاری لعل محمد مرحوم وزیرستانی حضرتؒ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے میں بھی مرحوم قاری لعل محمد صاحب کے ساتھ بارہا حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضری اور زیارت کی سعادت حاصل کرتا رہا۔ حضرت شیخ الحدیث میرے حدیث شریف کے استاذ تھے اور ان کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق اور انوار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی میرے استاذ ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد ایک بار میں اور مرحوم قاری لعل محمد صاحب دونوں حضرت شیخ الحدیث مرحوم صاحب کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو ان کی طرف سے ہمیں یہ ہدایت ہوئی کہ وطن جاکر دارالعلوم کی ایک شاخ بنادیں میں تمہارا دعاگو رہوں گا۔ حضرت شیخ الحدیث کی ہدایت کے مطابق ہم نے دینی مدرسہ بنا دیا تو ہم دونوں پھر حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتؒ نے مبارکباد دی اور دعا بھی کی اور بعد میں ارشاد فرمایا! عزیزو میں تمہارے لیے دعا کروں گا یہ دارالعلوم کی ایک شاخ ہے اس کے استحکام میں کوشش کریں تاکہ تمہارے علاقے میں دین عام ہو جائے۔ پھر ہم نے نام کا مطالبہ کیا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس دینی ادارے کا نام بھی اپنی زبان سے ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ تمہارے مدرسہ کا نام جامعۃ العربیۃ المحمدیۃ ہے جو کہ بمقام کڑیکوٹ وانا جنوبی وزیرستان ایجنسی میں قائم ہے جامعۃ العربیۃ المحمدیہ حضرت مولانا صاحب مرحوم کی ایک یادگار ہے جس پر علاقے کے تمام لوگ مبارک یادگار پر فخر کرتے ہیں۔

وہ شیخ الحدیث کے لقب کو اپنے نام ساتھ مذاق سمجھتے تھے

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ راوی ہیں کہ میں ابھی چھوٹا تھا بات بہرحال ابتدائے شعور کی ہے کہ ایک مرتبہ عشاء کے بعد جب حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور ان کے اولین رفقاء جناب الحاج محمد یوسف جناب الحاج غلام محمد صاحب جناب حافظ نور بادشاہ جناب ملک امراہی صاحب اکٹھے شام کا کھانا کھا کر کچھ باہمی صلاح ومشورہ کر رہے تھے آپس میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں اور یہی ان کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث نے بڑی حیرت واستعجاب کے ساتھ ساتھیوں سے کہا کہ آج جناب خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک نے مجھے عجیب بات کہی حضرت ان کی بات کو اپنے ساتھ استہزاء اور خلاف واقعہ قرار دے کر بڑی حیرت اور اچھنبے کی بات قرار دے رہے تھے جب ساتھیوں نے بہ اصرار پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خان اعلیٰ نے مجھے "شیخ الحدیث" کہا ہے حضرت کے نزدیک ان کو شیخ الحدیث کہنا انکے نزدیک ایک عجیب بات تھی وہ شیخ الحدیث کے عظیم اور مقدس لقب کو اپنے نام کے ساتھ مذاق سمجھتے تھے۔

یہ بات کہہ کر بہت دیر تک قہقہہ سے ہنستے رہے جبکہ بہت کم ایسا ہنستے دیکھنے میں آیا ہے۔

حضرت کی ایک توجہ، جو پورا کام کرگئی

حضرت مولانا قاری محمد رمضان صاحب فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی حال مدرس دارالحفظ دارالعلوم حقانیہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

احقر نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں دورۂ حدیث مکمل کیا تو محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت و ملاقات اور حصول دعا کی غرض سے دارالعلوم حقانیہ حاضر ہوا اور یہ احقر کی دیرینہ تمنا تھی کہ کسی طرح حضرت ؒ کی ایک ملاقات نصیب ہو جائے ۔

چنانچہ احقر تعلیمی سال کے آغاز میں جب اسی غرض سے استاذ نرم مولانا عبدالقیوم حقانی سے ملا تو وہ بہت خوش ہوئے اور عصر کے وقت مجھے اپنے ہمراہ لے کر حضرت ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے پاس کچھ علمی مسودات اور تحریریں تھیں، حضرت اس روز عصر سے عشاء تک وہ مسودات سنتے رہے اور اصلاح و ترمیم کا کام جاری رہا۔ کسی، موقع اور مناسبت سے حضرت حقانی صاحب نے میرا تعارف کرا دیا اور میری طرف سے درخواست بھی عرض کر دی کہ میں ان سے حدیث شریف کا شرفِ تلمذ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ تھکے ماندے ہونے کے باوجود بڑی بشاشت اور فرحت سے متوجہ ہوئے۔ حدیث کی تمام سند بیان فرمائی پھر صرف ایک حدیث کا درس دیا اور وہ تھی "خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ" پھر اجازت فرمائی مگر میرے خیال اور وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مجھے حقانیہ کے دارالحفظ والتجوید میں قرآن کی خدمت اور درس و تدریس کا کام کرنا ہے احقر ایک دو روز دارالعلوم میں رہا، تیسرے روز حضرت نے دارالحفظ کے لئے میری تقرری فرما دی اور اب تک قرآن کے درس کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت نے اجازت کے دوران جو حدیث پڑھائی تو اس کے ساتھ اُن کی قلبی توجہ بھی یقیناً ہوگی یہ سب اس کی برکات ہیں بری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت ؒ کے اِن توجہات و برکات کو تا زیست ائم رکھے آمین۔

ہم حضرت ؒ کی قبر کو ووٹ دیں گے

حضرت مولانا رشید احمد فاضل دارالعلوم حقانیہ (لاہور ضلع صوابی) رقمطراز ہیں۔ ہم متعدد بار متعدد علاقوں میں حضرت شیخ الحدیث ؒ کے انتخابات کے سلسلے میں گئے تھے جبکہ آپ ۱۹۸۵ء میں امیدوار قومی اسمبلی کے تھے مختلف جگہوں میں ہم سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کس لیے آئے ہیں ہمارا ووٹ تو حضرت مولانا صاحب ؒ کا ہے جبکہ بہت سے لوگ جوش محبت میں آ کر ہم سے کہنے لگے کہ اگر مولانا صاحب کی وفات بھی ہو جائے تو ہمارا ووٹ مولانا صاحب ؒ کی قبر کا ہے۔

آپ ہمارے بادشاہ ہیں

مولانا رشید احمد موصوف نے دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ پھر جب حضرت مولانا صاحب کامیاب ہوئے تو لوگ جوق در جوق مولانا کے گھر آئے تو حضرت مولانا صاحب ؒ مسجد تشریف لائے مسجد باوجود وسیع ہونے کے لوگوں کو نہ سما سکی لوگوں نے مولانا صاحب ؒ زندہ باد کے نعرے بلند کئے تو حضرت مولانا صاحب ؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کرو اس سے مخالف امیدوار کے دلوں کو تکلیف ہوگی اور نعرہ بازی سے غرور اور تکبر جھلکتا ہے اور فرمایا کہ میں تو آپ کا صرف ایک امام ہوں مگر لوگوں نے کہا نہیں آپ ہمارے بادشاہ ہیں۔

مجھے حضرت کے تلمذ پر فخر ہے

مولانا رشید احمد نے یہ بھی لکھا ہے۔

اور یہ بھی یاد ہے کہ ایک دفعہ مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تھے اور طلباء سے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب ؒ کی ذات بابرکت ہے اور میں ان کا شاگرد ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔

دفع مرض اور وسعتِ رزق کا وظیفہ

حضرت مولانا سید محمود شاہ جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور گاؤں شادیو ضلع بنوں کے رہنے والے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔

میں ۱۹۸۵ - ۱۹۸۶ء میں دارالعلوم حقانیہ میں درجہ رابعہ کا طالب علم تھا اور شدت سے معدہ کی بیماری کا شکار ہوا ۔ بعد میں اس بیماری سے بہت تنگ ہوا اخراجات وغیرہ بھی ختم ہو گئے سخت پریشانی میں مبتلا تھا۔ میں نے محدث کبیر استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب ؒ کو اپنی تنگ دستی اور عوارض و امراض کے بارے میں عرض کیا کہ مسافر طالب علم ہوں گاؤں بہت دور ہے مجھے ایسا وظیفہ بتایا جائے جس کو میں پڑھوں اور اس کے برکات کی وجہ سے تنگ دستی دور ہو اور بیماری سے نجات ملے۔ حضرت شیخ الحدیث ؒ نے مجھے تسلی دلائی اور ارشاد فرمایا کہ ہر جمعرات کو عشاء کی نماز کے بعد اور صبح کی نماز کے بعد "یا مغنی" ۲۱، مرتبہ پڑھا کریں انشاء اللہ، اللہ پاک تنگ دستی ختم کر دے گا اور مرض سے نجات مل جائے گی۔ پھر احقر نے یہ عمل شروع کر دیا تو اللہ پاک نے مدد فرمائی، تنگ دستی ختم ہوئی اور بیماریاں کافور ہو گئیں اور آج تک بحمد اللہ دین کی خدمت کا کام ہو رہا ہے اب بھی کوئی مشکل پیش آئے تو یہ وظیفہ معمول میں رہتا ہے غیبی دروازے کھلتے ہیں۔

مطالعہ کا شغف

حضرت العلامہ مولانا محمد زمان فاضل حقانیہ و مدرس مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی تحریر کرتے ہیں۔

۱۔ بندہ اگر کچھ لکھتا تو یہی کہ شیخ کو مطالعہ حدیث کا اتنا شغف تھا کہ گھر اور مدرسہ میں تو یہ معمول رہا گھر سے مدرسہ آتے وقت جب کہ ان دنوں راستہ میں گھر سے کھنڈرات تھے پھر بھی راستہ میں ترمذی کی تقاریر وغیرہ کے

مسودات پر نظر ڈالتے سفر کرتے تھے۔
۲۔ اور حسن لقا ان کا ایک خاص وصف تھا۔

عظمتِ کردار

دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا نورالاسلام ترخوی رقمطراز ہیں :۔
محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز جن کے متعلق بلامبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی قرآن وسُنت کے اتباع اور اس کی اشاعت، ترویج وتبلیغ اور ملک وملت کی آزادی کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ عظمتِ کردار، حسنِ عمل، مہارتِ علمی، طہارتِ سیرت کو اوراقِ تاریخ پر محفوظ کرنا اور ان کے افکار وخیالات کو افرادِ ملت تک پہنچانا وقت کا سب سے اہم ترین تقاضا ہے۔

ہاں وہی صاحبؒ! جنہوں نے پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ (جسے پاکستان کا دارالعلوم دیوبند کہا جاتا ہے) کی بنیا د صرف اور صرف للّٰہیت پر رکھی تھی، جو آجکل اسلامی تہذیب وتمدن کے جذبات بیدار کرنے اور دین وسیاست کے لحاظ سے اسلامی شعور زندہ کرنے کا مرکز ہے۔

ہاں وہی حقانیہ! جس میں عوام ہوں یا خواص، امیر ہو یا غریب، پنجابی ہو یا پٹھان، سندھی ہو یا بلوچی، یہاں تک کہ غیر ممالک کے لوگ بھی زاہد و صالح علماء کی اقتداء میں طلباء کے جمِ غفیر میں نماز پڑھنا اپنی خوش قسمتی، نیک بختی اور سعادتمندی سمجھتے ہیں۔

ہاں وہی صاحبؒ! جو ظالم کے سر پر تلوار بے نیام اور مظلوم کا حامی علی الدوام، امانتِ اکابرینِ دیوبند، ہمعصر قافلۂ علماء کے سالار، صوفیائے کرام کے مجاہد امیر، فاتح افغانستان ... وہ .... با اوقات بزرگ، معمولات کے پابند، ذاکر وشاغل، تہجد گذار اور شب بیدار، وقار وحلم کے پہاڑ، عجز وانکسار کے مینار، علم وعرفان کے آفتاب وماہتاب، تقویٰ وطہارت کا مجسمہ، خلوص وحیاء کا پیکر اور سراپا شفقت ومحبت تھے۔

انسانی فطرت ہے کہ وہ ہم نشیں سے متاثر ہوتا ہے یا ہم نشیں کو متاثر کر دیتا ہے، اور پھر صلحاء وصوفیاء اور بزرگانِ دین کی مجلس سے تو زندگی راہِ انقلاب پر گامزن ہوتی ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالع ترا طالع کند

مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں، آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ ان کی صحبت حاصل ہو تو میرا مشورہ ہے بلکہ اصرار، کہ حضرتؒ کی اصل تصویر، حضرتؒ کا اصل کردار حضرتؒ کی اصل تعلیمات ہی اُمت کا سب سے بڑا سرمایہ ہے، تو آئیے اُن کے شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کی مرتب کردہ کتاب "صحبتے با اہلِ حق" سے استفادہ کریں کہ شاید مستقبل سنور جائے۔

زندگی میں ایک نماز

پشاور کے جناح پارک میں متحدہ شریعت محاذ کا جلسہ تھا۔ لوگ دور دور سے اس جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے اور قائد شریعت مولانا عبدالحقؒ کا نام بندہ نے بھی سنا تھا، یہ احقر کے بچپنے اور ابتدائی طالبعلمی کا زمانہ تھا۔ حضرتؒ متحدہ شریعت محاذ کے صدر تھے۔ تو ہیں بھی ان کے ہزاروں عقیدتمندوں کی طرح اُن کو دیکھنے اور زیارت وملاقات کی غرض سے جناح پارک پہنچا لوگوں کا بڑا ہجوم تھا ہر طرف سر ہی سر ہی نظر آتے تھے۔ بندہ نے بہت کوشش کی کہ آگے جاکر قریب سے حضرت مولانا عبدالحقؒ کو دیکھے اور زیارت کا شرف حاصل ہو جائے جہاں تک ممکن تھا۔ بندہ آگے شیخ کے قریب گیا اور حضرت شیخ الحدیث کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر دل میں ان کی عظمت اور محبت اور بھی بڑھ گئی۔ اور پھر بعد میں نماز جمعہ وہاں پڑھا حضرت شیخ الحدیثؒ نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی تو حضرت شیخ الحدیثؒ کے اس خطبے اور نماز میں قراءت اور نماز کی کیفیت کو عمر بھر نہیں بھول سکا کیونکہ وہی زندگی کی ایک نماز تھی جو حضرت کی اقتداء میں ادا ہوئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ زندگی میں ایک ہی ایسی نماز ہوئی ہے جو کسی کے صدقے اور کسی کے وسیلے میں بارگاہ ربوبیت میں پیش کرنے کے قابل ہوسکتی ہے اس نماز کی لذت، کیفیت اور لطف کی چاشنی اور حلاوت وعذوبت زندگی بھر محسوس ہوتی رہے گی (غازی رحمن خٹک کرک)

تبلیغی جماعت اور نوجوان فضلاء کی تشجیع

حضرت مولانا مفتی رشید احمد نقشبندی مدرس دارالعلوم حقانیہ رقمطراز ہیں۔

آہ صد آہ! اپنے محسن، اپنے مربی، اپنے شیخ اپنے روحانی شیخ العرب والعجم کے شاگرد رشید، جہادِ شریعت کے مایہ ناز سپوت اور جانباز سپاہی قافلۂ ولی اللّٰہی کے سرپرست، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ، آج مجھ جیسے نابکار کو کچھ لکھنا پڑ رہا ہے اور ان کے فراق کے صدمہ میں نڈھال فکر وذہن کے ساتھ قلم کیا لکھ سکتا ہے

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہہ کر قرآنی ورد کو زبان پر لاکر خود کو تسلی دے دیتا ہوں صرف میں کیا جب حضرتؒ کا سانحہ پیش آیا تو حضرت شیخ الاسلام مرحوم کے حادثۂ ارتحال کی خبر پورے دنیائے اسلام میں بڑی ہی رنج وملال سے سنی گئی۔ کیونکہ آپ کا شمار دنیائے اسلام کے اکابرین سے تھا حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ حضرت کا وصال پر ملال ایک بہت بڑا قومی المیہ ور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ان کے علم وفضل، ورع وتقویٰ، حق گوئی اور اجراءِ دین کا غلبہ مخالفین بھی مانتے تھے۔

ان کے شاگردوں کا سلسلہ اندرون ملک وبیرون ملک، پاک وہند،

(بقیہ صفحہ ۵۱۸ پر)